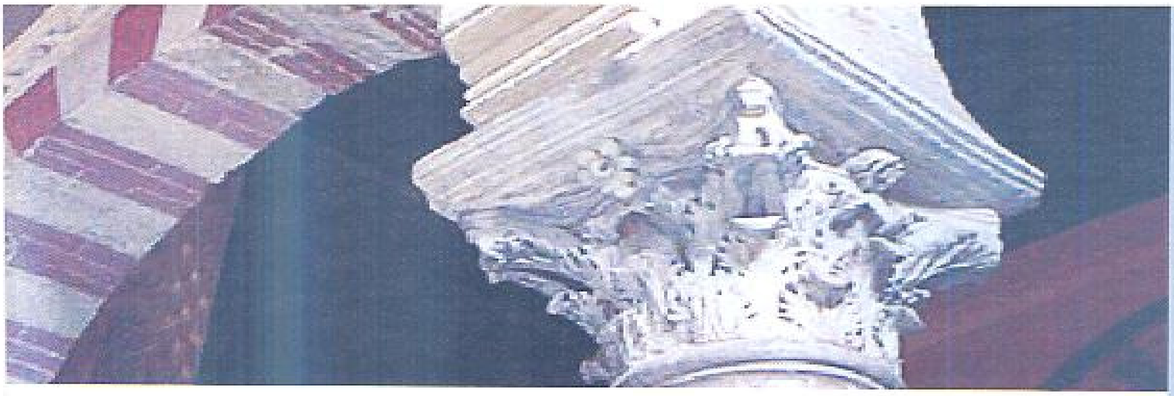

شناخت کیلئے کلچر بنیادی حوالہ ہے

ڈاکٹر مہدی حسن

ڈاکٹر مہدی حسن

انٹرویو
ڈاکٹر سید ناصر زیدی

اسلامی شناخت کا مسئلہ اس وقت بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے یورپ میں بھی مسلمان اپنی شناخت کو باقی رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ آپ جب کسی قوم کی اسلامی شناخت کی بات کرتے ہیں تو آپ کے نزدیک اس کے بنیادی عناصر کیا ہیں؟

جب سے نیشنلزم یا قومیت کی بنیاد پر ریاستیں وجود میں آئی ہیں، اس کے بعد سے امت کا تصور اب اتنا مقبول نہیں رہا اور اب ایک قومی شناخت کی کوشش شروع ہوگئی ہے۔ خاص طور پر جمہوریت کا دور آنے کے بعد نیشنلزم کا دور شروع ہو گیا ہے۔ امت کا تصور اب پس منظر میں چلا گیا ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کی شناخت کا مسئلہ ہے، تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ شناخت کے لئے ایک تو قومیت کے حوالے سے کسی بھی علاقے کا کلچر بہت اہمیت رکھتا ہے، جس میں مذہب کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جس طرح کی زندگی میں اس مذہب اور دین کے مطابق گزارنے کے احکامات ہوتے ہیں وہی ان کی شناخت کا ذریعہ بنتی ہے۔ آج کل گلوبلائزیشن کا زمانہ ہے۔ ہر ملک میں مسلمان موجود ہیں، وہاں آج کل شناخت کے مسائل درپیش نہیں ہیں بلکہ سیاسی مسائل ہیں، جن کی ابتداء 9/11 کے بعد ہوئی ہے۔

9/11 کے بعد صدر بش نے جو پالیسیاں اپنائی تھیں، ان کا نقصان امریکہ کو بھی ہوا ہے مسلمانوں کو بھی اور امریکہ اور اسلامی ممالک کے درمیان رابطہ کو بھی۔ بش کی پالیسی سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ یہ جنگ دہشت گردی کے خلاف نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف ہے، اس سے بہت سے مسائل پیدا ہوئے۔ اس کے ردعمل میں مسلمان ممالک میں انتہاپسندی کو فروغ حاصل ہوا۔ اس سے بین المذاہب تعلقات خاص کر اسلام اور عیسائیت کے درمیان ہم آہنگی کی کوشش کو بہت نقصان پہنچا۔ پس وہ مسلمان جو محنت مزدوری کے لئے مغربی ممالک میں گئے ہیں ان کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اپنی شناخت باقی رکھیں، البتہ زیادہ تر مغربی ممالک ایسے ہیں کہ جن میں اتنی آزادی ضرور ہے کہ آپ اپنے مذہب پر عمل کر سکتے ہیں، لیکن اگر آپ دوسرے ممالک میں جا کر اپنے کلچر کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کریں گے تو اس سے معاملات بگڑنے کا خدشہ ہے۔ اس وقت سوئٹزرلینڈ میں مسجد کے میناروں پر ریفرنڈم ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں دوسرے ممالک میں جا کر ان چیزوں پر اصرار کرنا جو ان کے کلچر کے خلاف ہے، صحیح نہیں ہے۔ میں نے سوات میں مولانا فضل اللہ سے بھی ٹیلی فون پر کہا کہ آپ کا شریعت کے نفاذ کا جو مطالبہ ہے اور جس کے لئے آپ ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں، یہ بتائیے کہ جو مسلمان غیر مسلم ممالک میں زندگی گزار رہے ہیں امریکہ میں، برطانیہ میں، فرانس میں، ہندوستان میں، اس طرح جب مسلمان انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوستان میں زندگی گزارتے رہے ہیں تو کیا وہ اچھے مسلمان نہیں تھے؟ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ اپنی شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے لئے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ انگریزوں کے دور میں بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی اگر شناخت برقرار رہی اور اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم ملک میں شریعت کے خلاف کوئی کام کرتا بھی ہے تو اعلانیہ نہیں کرتا لہٰذا شریعت کو سیاسی مسئلہ بنانے سے حالات خراب ہوئے ہیں۔ مغربی ممالک میں مسلمانوں کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی دینی و مذہبی روایات کے ساتھ جس کلچر میں وہ گئے ہیں اس سے براہ راست ٹکر نہ لیں۔ تضاد کی صورتحال نہیں ہونی چاہئے، ان کے کلچر کی عزت کرنی چاہئے۔

مسلمان جدید معاشرے کی مرکزی رو سے شامل نہیں ہو پاتے تو کیا اس کی وجہ ان کا اسلامی شناخت پر اصرار ہے؟

گلوبلائزیشن اور میڈیا کے دور میں، خاص طور پر غیر مسلم ممالک میں جہاں آپ کا نظام بھی نہیں ہے، اگر آپ امریکہ میں یا کینیڈا یا کسی اور مغربی ملک میں رہتے ہیں، تو آپ کو اپنے بنیادی عقائد کو تبدیل کئے بغیر خود کو شامل کرنا ہوگا۔ جہاں تک ظواہر اور نمائش پر اصرار کا تعلق ہے، تو یہ تو اس وقت سے شروع ہو گیا تھا جب اجتہاد کی روایت ختم ہوئی اس وقت سے مسلمان باقی دنیا سے پیچھے رہنا شروع ہوئے۔ یعنی جب سوال کرنے کی ممانعت ہوئی، جب نئی اختراعات کو قبول کرنے کی بجائے ان کو غیر اسلامی قرار دیا جانے لگا حالانکہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، مثلاً ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں کی 900 سال کی حکومت کے بعد جب 1857ء میں انگریزوں نے قبضہ مکمل کیا، تو مسلم سوسائٹی تین مختلف گروہوں میں تقسیم تھی ایک کا نعرہ Past Muslim Glory کا احیاء تھا یعنی مسلم بادشاہت کے احیاء کا نعرہ۔ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ 19 ویں صدی میں بادشاہت کا نظام ناقص ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جس نے فیصلہ کیا کہ وہ انگریزوں سے تعاون کرے گا اور ان سے فوائد حاصل کرے گا۔ اس طبقے کو پھر جاگیریں ملیں، خطابات ملے، اسے عہدے بھی دیے گئے، تیسرا طبقہ ایک محدود طبقہ تھا جس نے مغربی تعلیم حاصل کی تھی، جدید تعلیم حاصل کی تھی، انہیں پتا تھا کہ ہندوستان میں اب جمہوریت آئے گی اور وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان بہت پسماندہ ہیں کیونکہ 900 سال کی بادشاہت نے مسلم معاشرے کو جاگیردار معاشرے میں تبدیل کر دیا تھا جبکہ ہندو ایسے کام کرتے تھے جن کو مسلمان حقیر اور گھٹیا سمجھتا تھا، وہ دکان داری نہیں کرتے تھے، تجارت نہیں کرتے تھے، سرکاری نوکری نہیں کرتے تھے، حالانکہ یہ کام کرنے والے جاگیردار معاشرے سے ایک قدم آگے ہوتے ہیں، چنانچہ اس تعلیم یافتہ محدود طبقے کا خیال تھا کہ اگر جمہوریت آئے گی تو اس کا فائدہ مسلمان کو نہیں ہوگا کیونکہ مساوی مواقع سے فائدہ ان کو ہوتا ہے جو مساوی طور پر ترقی بھی پاتے ہیں۔ اس لئے سرسید نے جدید تعلیم پر زور دیا اور یہ مسائل کہ کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا غیر اسلامی ہے یا چمچ سے کھانا کھانا غیر اسلامی ہے یا کوٹ پہننا غیر اسلامی ہے یہ باتیں آپ کو پسماندہ رکھے ہوئے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں قدامت پسند اسلام نے جو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے وہ یہ کہ اس نے مسلمانوں کو جدید دنیا سے آشنا نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ جدیدیت ایک اچھا مسلمان بننے سے نہیں روکتی۔ اگر آپ نے کوٹ پہنا ہوا ہے، ٹائی لگائی ہوئی ہے، انگریزی آپ بولتے ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آپ اچھے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ قدامت پسند طبقہ صرف حقوق اللہ پر زور دیتا ہے، حقوق العباد کو نظر انداز کرتا ہے۔

آپ کے نزدیک پاکستانی قوم کی شناخت کیا ہے؟

پاکستانی قوم ایک مصنوعی اور بناوٹی قوم ہے، تاریخی قوم نہیں ہے۔ ہم 5 ہزار سال سے ہندوستانی تھے۔ 5 ہزار سال سے پنجابی تھے اسی طرح سندھی اور بلوچی بھی۔ آج سے 62 سال پہلے پاکستان کا نام لیا گیا اور ہمارے حکمرانوں اور پالیسی سازوں کی پالیسیاں اتنی ناقص تھیں کہ وہ ایک پاکستانی قوم بنانے میں ناکام رہے ہیں۔ انہوں نے وحدانیت پر بہت

> مغربی ممالک میں مسلمانوں کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے دین اور اپنی دینی و مذہبی روایات کے ساتھ جس کلچر میں وہ گئے ہیں اس سے براہ راست ٹکر نہ لیں۔ تضاد کی صورتحال نہیں ہونی چاہیے، ان کے کلچر کی عزت کرنی چاہیے

زیادہ زور دیا اور وہ یہ بھول گئے کہ 5 ہزار سال پرانی کلچرل روایات کو بھول کر صرف یہ کہہ دینے سے کہ آپ کی کتاب ایک ہے، آپ کا رسول ایک ہے، آپ کا خدا ایک ہے، لہذا آپ ایک قوم ہیں، بات نہیں بن سکتی۔ اگر اس طرح قوم بنتی تو یہ الگ الگ اسلامی ملک نہیں ہوتے۔ کلچر کا جو کردار تھا اس کو ہمارے حکمرانوں نے نظر انداز کیا اور بزور قوت ایک قوم بنانے کی کوشش کی جس میں ان کو سخت ناکامی ہوئی اور 24 سال بعد کا وہ حصہ جدا ہو گیا، جس نے پاکستان بنانے میں سب سے اہم کردار ادا کیا تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں پاکستانی شناخت پیدا کرنے کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

کینیڈا اور امریکہ میں کوئی نہ کوئی ایک آئیڈیالوجی ہے۔ وہ آئیڈیالوجی انفرادی آزادی سے عبارت ہے، جس پر ہر امریکی اعتقاد رکھتا ہے اور عمل کرتا ہے۔ ہماری قوم ایک فلسفیانہ اور فکری خلا میں زندگی گزار رہی ہے ہم نہ کوئی قومی فلسفہ تشکیل کر سکے ہیں نہ ہم کوئی کلچر پیدا کر سکے ہیں۔ امریکہ

نے اس پر زور دیا کہ آپ اپنا اپنا کلچر اپنا لیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن ساتھ ہی انفرادی آزادی کا ایک قومی فلسفہ بنا دیا گیا۔ ہم لوگوں نے صرف مذہب کی بنیاد پر ایک قوم بنانے کی کوشش کی جس سے معاشرے میں تقسیم بندی شروع ہوگئی، کیونکہ ہر ایک شریعت کی تعبیر و تشریح اپنے اعتبار سے کرتا ہے۔ مختلف فرقے موجود ہیں، فرقہ واریت کی وجہ بھی یہی ہے کہ برصغیر میں جو اسلام پروان چڑھا ہے وہ ساڑھے نو سو سال کے مسلمان بادشاہوں کی وجہ سے پروان چڑھا ہے۔ یہ بادشاہ تمام کے تمام بطور فاتحین کے باہر سے آئے تھے۔ کوئی بھی بادشاہ مقامی نہیں تھا اور ان سب بادشاہوں کے دور میں مفکر اور فن کار ایران سے آتے تھے تو اس کی وجہ سے مختلف فقہوں کی پیروی کی جاتی تھی تو برصغیر میں کوئی ایک فقہ غالب نہیں ہے۔ کوئی فرقہ اپنے آپ کو اکثریت میں نہیں کہہ سکتا تو یہاں جب

> **جدیدیت ایک اچھا مسلمان بننے سے نہیں روکتی۔ اگر آپ نے کوٹ پہنا ہوا ہے، ٹائی لگائی ہوئی ہے، انگریزی آپ بولتے ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آپ اچھے مسلمان نہیں ہوسکتے۔ قدامت پسند طبقہ صرف حقوق اللہ پر زور دیتا ہے، حقوق العباد کو نظر انداز کرتا ہے**

بھی آپ آرتھوڈوکس اسلام کی بات کریں گے، جب بھی آپ اسلامی نظام کی بات کریں گے تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ اسلام کیا ہے؟

اسلامی نظام کے نفاذ کا مسئلہ ہمارے آئین کا حصہ ہے۔ جب ہم ریاست کی سطح پر اسلام کی بات کریں گے، تو پھر وہ آرتھوڈوکس اسلام ہی ہوسکتا ہے کوئی دوسرا اسلام کس طرح ہوسکتا ہے؟

یہ جو آئین میں اسلام کا ذکر ہے یہ تو بانیان پاکستان کی مرضی کے خلاف ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی 1906ء سے 1947ء تک کی تاریخ میں اسلام کی جتنی تحریک ہے اس میں ان کی کسی رسمی دستاویزات میں اسلام کا ذکر نہیں ہے۔ ان کے کسی لیڈر کی تقریر میں ہمیں یہ چیز نہیں ملتی۔ محمد علی جناح نے 11 اگست کی تقریر میں بہت واضح الفاظ میں کہا کہ مذہب کا کوئی دخل ہماری سیاست میں نہیں ہے۔ قرارداد لاہور میں بھی کسی اسلامی نظام کا ذکر نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کا جو فلسفہ ہے وہ الہامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظام کوئی نہیں دیا، نظام انسان کا بنایا ہوا ہے کیونکہ زمانے کے ساتھ ساتھ نظام کو بدلنا پڑتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کو یہ پتہ تھا لہٰذا اسلامی نظام کی اصطلاح ہی غلط ہے۔ اسلام نے کچھ بنیادی اصول دیے ہیں اور ان کی تعبیر و تشریح ہر زمانے میں حالات کے مطابق ہوگی۔ مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مشورہ کرنے کے طریقے زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ پاکستان ایک مغربی طرز جمہوریت کی سیاسی تحریک کی پیداوار ہے، کسی دینی مذہبی تحریک کی پیداوار نہیں ہے جو اپنے آپ کو دینی جماعتیں کہتی تھیں۔ انہوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ جمعیت علمائے ہند نے مخالفت کی، خاکسار تحریک نے مخالفت کی، مولانا مودودی نے اس کی مخالفت کی اور ایک شیعہ سیاسی جماعت نے بھی مخالفت کی۔ جہاں تک قرارداد مقاصد کا سوال ہے تو وہ قائداعظم کے انتقال کے چھ سات ماہ بعد بنائی گئی اور یہ براہ راست محمد علی جناح کی اس تقریر سے متصادم ہے جو انہوں نے قانون ساز اسمبلی میں کی۔ اس اجلاس کی کارروائی کی صدارت ایک معزز ممبر جگندر ناتھ نے کی۔ اس اجلاس کی کارروائی تلاوت سے شروع نہیں ہوئی، جب چودہ اگست کو قائداعظم نے گورنر جنرل کے عہدے کا حلف اٹھایا تو اس کی کارروائی کا آغاز بھی تلاوت قرآن سے نہیں ہوا۔ جب محمد علی جناح نے چھ آدمیوں کی کابینہ بنائی تو اس میں وزیر قانون جگندر ناتھ تھے۔ کسی اسلامی ملک کا وزیر قانون ہندو نہیں ہوتا اور وزیر خارجہ احمدی تھا جو اس وقت تک غیر مسلم تو نہیں تھے لیکن یہ ایک اختلافی مسئلہ بن چکا تھا۔ یہ تو اس بات کا ثبوت ہے کہ قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ کہتے ہیں پاکستان میں جمہوریت ہوگی تو جمہوریت کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ سیکولر بنیادوں پر ہو، کیونکہ جب آپ مذہبی ریاست بناتے ہیں چاہے وہ کسی مذہب کی ہو، اس میں اور جمہوریت میں براہ راست ایک تضاد پیدا ہوتا ہے کیونکہ جو لوگ ریاست کے مذہب سے تعلق نہیں رکھتے وہ دوسرے درجے کے شہری بن جاتے ہیں۔ پاکستان میں اگر جمہوریت پر چلنا ہے تو لوگوں نے تو کبھی بھی مذہبی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیا۔ ہمارے عوام سادہ مسلمان ہیں۔ ان کا تعلق آرتھوڈوکس اسلام سے نہیں ہے اور جب بھی اسلام کی بات کی جاتی ہے تو اس کی تان آکر ٹوٹتی ہے یا تو عورت کے خلاف بعض اصولوں پر یا ہاتھ کاٹنے اور سنگسار کرنے پر جبکہ اس کے سماجی فوائد کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔